شریعت اسلامیہ کی روشنی میں بیعانہ کے احکام

خضر حیات*

ڈاکٹر شاہدہ پروین**

Bai ul Urboon or Token Money is the amount which is paid by the buyer to the seller with the condition, if the deal is done, it will be the part of the sale, otherwise in case of cancellation this amount will be owned by the seller. According to Islamic commandments , one Hadith legalized it but it is not authentic, other one forbids this contract, this Hadith is also criticized by scholars of sciences of Hadith. That is why three school of thoughts outlaw Bai ul Urboon, while Imam Ahmad bin Hanbel permitted it , keeping in view that both parties are insured by it. According to his opinion seller can confiscate the amount in case the buyer cancel the deal after agreement. Most of the contemporary scholars favour Bai ul Urboon as it is dire need of the day on account of international trends in the trade. Nowadays mostly, whole amount is not paid in advance nor is it possible, If the seller provides goods, spending millions of rupees just on the one call, and the purchaser refuses to own the provided material, the seller has to bear a great loss. So in this situation, this condition seems justified to safeguard the rights of buyer but every scholar condemns this agreement for malpractice. This paper will analyze Islamic teachings in details to resolve the issue.

تجارت کو انسانی معیشت میں روزِ اول سے اہم مقام حاصل رہا ہے۔ قرآن مجید میں بھی تجارت کے متعدد قواعد وضوابط اور ہدایات کا تذکرہ موجود ہے۔ کسی زمانے میں تجارت کے معاملات سادگی سے طے پا جاتے تھے مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تجارت نے نئی نئی شکلیں اختیار کر لیں۔ دورِ حاضر میں خرید وفروخت کے بارے میں قومی اور بین الاقوامی مارکیٹوں میں بہت سی پیچیدگیاں پائی جاتی ہیں لہٰذا ضروری محسوس ہوا کہ خرید وفروخت کے روزمرہ معمولات میں پیش آنیوالی ایک اصطلاح ''بیعانہ'' کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر سے آگہی فراہم کی جائے کہ بیعانہ کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں اسکی توضیح کی جا رہی ہے۔

---

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

جب کوئی کاروباری معاملہ اس طرح طے پائے کہ کچھ رقم پیشگی ادا کر کے یہ کہا جائے کہ اگر میں نے یہ چیز خرید لی تو یہ رقم قیمت کا حصہ شمار ہوگی اور اگر نہ خریدی تو یہ آپ کی ملکیت ہوگی اس کو بیعانہ کی بیع کہا جاتا ہے اور عربی میں اسے بیع العربون کہتے ہیں۔

بیعانہ کا لغوی واصطلاحی مفہوم:

ابن منظور لسان العرب میں رقمطراز ہیں:

"هو ان يشترى السلعة ويدفع الى صاحبها شيئا على انه ان امضى البيع حسب من الثمن وان لم يمض البيع كان لصاحب السلعة ولم يرتجعه المشترى. يقال أعرَ ب في كذا وعرب، وعربن، وهو عُربان وعُربون، و عَرَبون."[۱]

''بیعانہ یہ ہے کہ آدمی کوئی سامان خریدے اور فروخت کنندہ کو کچھ رقم حوالے کردے اس شرط پر کہ اگر بیع فائنل ہوگئی تو اس کو رقم میں شامل کر لیا جائے اور اگر نہ ہوسکی تو یہ رقم صاحب سامان کی ہوگی اور خریدار کچھ واپس نہ لے سکے گا۔''

موسوعہ فقہیہ میں ان الفاظ میں تعریف کی گئی ہے۔

العَرَبُونُ بفتحين كحَلَزُون، والعُربون وزن عُصفور لغة فيه،والعُربانُ بالضم لغة ثالثة بوزن القُربان. وفي الاصطلاح الفقهي ان يشترى السلعة ويدفع الى البائع درهما او اكثر على انه ان اخذ السلعة احتسب به من الثمن وان لم ياخذها فهو للبائع.[۲]

''عربون میں تین لغات ہیں:عَرَبُون بروزن حَلَزُون، عُربون بروزن عُصفور، عُربان بروزن قُربان ۔

اور اصطلاح میں بیعانہ یہ ہے کہ آدمی کوئی سامان خریدے اور فروخت کنندہ کو ایک درہم یا زیادہ دراہم اس شرط پر حوالے کردے کہ اگر اس نے سامان لے لیا تو اس کو رقم میں شامل کر لیا جائے اور اگر نہ لیا تو یہ دراہم فروخت کنندہ کے لیے ہونگے۔''

ابن قدامہؒ بیعانہ کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"هو ان يشترى السلعة فيدفع الى البائع درهما او غيره على انه ان اخذ السلعة احتسب به من الثمن وان لم ياخذها فذلك للبائع.[۳]

’’بیعانہ یہ ہے کہ آدمی کوئی سامان خریدے اور فروخت کنندہ کو کچھ درہم وغیرہ حوالے کر دے اس شرط پر کہ اگر اس نے سامان لے لیا تو اس کو رقم میں شامل کر لیا جائے اور اگر نہ لیا تو یہ درہم وغیرہ فروخت کنندہ کے لیے ہوں گے۔‘‘

امام ابن ماجہؒ نے سنن ابن ماجہ میں حدیث کی وضاحت میں بیعانہ کی تعریف اس طرح کی ہے:

’’عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی ﷺ نهی عن بیع العربان. قال ابو عبدالله :العربان ان یشتری الرجل دابة بمائة دینار فیعطیه دینارین عربونا فیقول ان لم اشتر الدابة فالدیناران لك.‘‘[۴]

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعانہ کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ ابوعبداللہ یعنی ابن ماجہ فرماتے ہیں کہ بیعانہ یہ ہے کہ آدمی مثلاً سو دینار کا جانور خریدے اور دو دینار بیعانہ کے طور پر دے کر یہ کہے کہ اگر میں نے یہ جانور نہ لیا تو یہ دو دینار تمہارے ہوں گے۔

امام نوویؒ بیعانہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’وهو ان یشتری شیئا و یعطی البائع درهما او دراهم و یقول ان تم البیع بیننا فهو من الثمن و الا فهو هبة لك.‘‘[۵]

بیعانہ یہ ہے کہ آدمی کوئی چیز خریدے اور فروخت کنندہ کو ایک یا کچھ درہم دے کر یہ کہے کہ اگر ہمارے درمیان بیع مکمل ہو گئی تو یہ رقم قیمت کا حصہ شمار ہو گی بصورت دیگر یہ آپ کے لیے ہبہ ہو گی۔

بیعانہ کی مذکورہ بالا تعریفات سے دو باتیں سامنے آتی ہیں۔

۱۔ خریداری کی صورت میں بیعانہ کی رقم قیمت کا حصہ بن جاتی ہے۔

۲۔ بیعانہ میں صرف مشتری کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ چیز خریدے یا نہ خریدے جبکہ فروخت کنندہ بیچنے کا پابند ہوتا ہے

بیعانہ کی شرعی حیثیت:

بیعانہ کی بنیاد پر خرید و فروخت کی شرعی حیثیت کے حوالے سے فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا

ہے۔

جمہور فقہاء کی رائے:

جمہور فقہاء حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء میں سے ابوخطاب کی رائے میں بیعانہ کی صورت میں خرید و فروخت درست نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں:

"واختار ابو الخطاب انه لا يصح وهو قول مالك والشافعی واصحاب الرأی يروی ذلك عن ابن عباس والحسن."۶۔

ابوخطاب نے یہ رائے اختیار کی ہے کہ بیعانہ درست نہیں۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور اصحاب رائے کا بھی یہی قول ہے۔ نیز حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حسن بصریؒ سے بھی یہی مروی ہے۔

شافعیہ میں سے خطیب شربینیؒ لکھتے ہیں:

"ولا يصح بيع العربون بان يشتری ويعطيه دراهم لتكون من الثمن ان رضی السلعة والا فهبة."۷۔

بیعانہ درست نہیں کہ مشتری کچھ دراہم فروخت کنندہ کو اس شرط پر دے کہ اگر سودا لینے پر راضی ہو گیا تو وہ دراہم قیمت میں شمار ہو جائیں گے ورنہ وہ اس کے لیے تحفہ ہوں گے۔

مالکیہ میں سے ابوالولید "المنتقی شرح الموطأ" میں لکھتے ہیں:

"العربان اول الشیء وعنفوانه والمنهی عنه من ذلك ان ينعقد عليه البيع ولذلك اضافه اليه علىٰ وجه ان كره المشتری البيع كان ما دفعه للبائع دون عوض فهذا الذی نهی عنه."۸۔

بیعانہ بنیادی چیز ہے جو عقد بیع میں ادا کیا جاتا ہے اور اسکی بنیاد پر ہونے عقد بیع سے منع کیا گیا ہے اور ممانعت کا سبب یہ ہے کہ اگر خریدار کو سودا پسند نہ آئے تو جو رقم فروخت کنندہ نے بیعانہ کے طور پر وصول کی ہے وہ بغیر کسی معاوضہ کے ہے جو درست نہیں ہے۔

شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

"نهی عن بيع العربان ان يقدم اليه شیء من الثمن فان اشتری حسب من الثمن والا فهوله مجانا وفيه معنی الميسر."۹۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع عربان سے منع فرمایا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ بائع کو

http://www.alqalamjournalpu.com/

ثمن کا کچھ حصہ دے دیا جائے کہ اگر اس نے خرید لیا تو وہ قیمت میں محسوب ہوگا اور نہ خریدا تو بائع کو وہ رقم مفت حاصل ہو جائے گی اس میں جوا پایا جاتا ہے۔"

امام احمد بن حنبلؒ کی رائے:

جبکہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بیع العربون جائز ہے۔ چنانچہ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں:

" العربون فی البیعھو ان یشتری السلعة فیدفع الی البائع درھما او غیرہ علی انہ ان اخذ السلعة احتسب بہ من الثمن وان لم یاخذھا فذلک للبائع قال احمد لا بأس بہ".۱۰

بیعانہ یہ ہے کہ آدمی کوئی سامان خریدے اور فروخت کنندہ کو کچھ درہم وغیرہ حوالے کر دے اس شرط پر کہ اگر اس نے سامان لے لیا تو اس کو رقم میں شامل کر لیا جائے اور اگر نہ لیا تو یہ درہم وغیرہ فروخت کنندہ کے لیے ہونگے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حافظ ابن قیمؒ کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔ وہ اعلام الموقعین میں وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فالحیلة فی جواز ذلک ان یعاوض علی الدین بسلعة او بشیء غیر جنسہ وذلک جائز".۱۱

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن بازؒ نے بھی بیعانہ کو جائز قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"لا حرج فی اخذ العربون فی اصح قولی العلماء اذا اتفق البائع والمشتری علی ذلک ولم یتم البیع."۱۲

علماء کے دو اقوال میں سے صحیح قول کے مطابق جب بائع اور مشتری اس بات پر اتفاق کر لیں اور بیع مکمل نہ ہو تو بیعانہ ضبط کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اسی طرح ابن بازؒ کی سربراہی میں قائم دائمی فتوی کمیٹی نے بھی بیعانہ کو جائز قرار دیا ہے۔

"بیع العربون جائز وھو ان یدفع المشتری للبائع او وکیلہ مبلغا من المال اقل من ثمن المبیع بعد تمام عقد البیع لضمان المبیع لئلا یاخذہ غیرہ علی انہ ان اخذ السلعة احتسب بہ من الثمن وان لم یأخذھا فللبائع اخذہ وتملکہ. وبیع

العربون صحیح سواء حدد وقتا لدفع باقی الثمن او لم یحدد وقتا."۱۳۔

بیعانہ جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ مشتری عقد بیع کی تکمیل کے بعد اس غرض سے کہ چیز کوئی دوسرا نہ خرید لے فروخت کنندہ یا اسکے ایجنٹ کو چیز کی قیمت سے کم کچھ رقم اس شرط پر دے کہ اگر اس نے چیز لے لی تو یہ رقم قیمت میں شمار ہوگی اور اگر نہ لی تو یہ رقم فروخت کنندہ کی ہوگی۔ بیعانہ کی بیع صحیح ہے خواہ باقی قیمت کی ادائیگی کے لیے وقت کا تعین ہوا ہو یا نہیں۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں:

"وقد اصبحت طریقة البیع بالعربون فی عصرنا الحاضر اساسا للارتباط فی التعامل التجاری الذی یتضمن التعهد بتعویض ضرر الغیر عن التعطل والانتظار و فی تقدیری انه یصح ویحل بیع العربون واخذه عملا بالعرف."۱۴۔

عصر حاضر میں تجارتی کاروبار کے باہمی ربط کے لیے بیعانہ کا طریقہ کار بنیادی حیثیت کا حامل ہے تاکہ تعطل اور انتظار سے دوسرے فریق کو نقصان نہ ہو۔ لہذا میری رائے کے مطابق بیعانہ حلال اور درست ہے چونکہ عرف عام میں اس کا رواج بھی عام ہے۔

جمہور فقہاء کے دلائل:

جن اہل علم حضرات کے نزدیک بیعانہ کی بیع ناجائز ہے انہوں نے درج ذیل دلائل دیے ہیں۔

۱۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ سودا طے نہ پانے کی صورت میں بیعانہ کی ضبطی مال ناحق ہے کیونکہ فروخت کنندہ یہ مال بغیر کسی معاوضہ کے حاصل کرتا ہے۔ جس سے قرآن میں سختی سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ".۱۵۔

اے ایمان والو! ایک دوسرے کے اموال ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ۔

چنانچہ اس آیت کی تشریح میں علامہ ابن العربی مالکیؒ فرماتے ہیں:

"من جملة أكل المال بالباطل بیع العربان".۱۶۔

ان ناحق طریقوں سے مال کھانے کی ایک صورت بیعانہ بھی ہے۔

۲۔ دوسری دلیل موطا امام مالک کی یہ روایت ہے:

"عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نهیٰ عن بیع العربان". ۱۷؎

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعانہ کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

۳۔ تیسری دلیل علامہ محمد بن اسمٰعیل الصنعانیؒ "سبل السلام شرح بلوغ المرام" میں لکھتے ہیں:

"واختلف الفقهاء فی جواز هذاالبیع فابطله مالك والشافعی لهذا النهی ولما فیه من الشرط الفاسد والغرر ودخوله فی اکل المال بالباطل." ۱۸؎

بیعانہ کے جواز اور عدم جواز میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ چنانچہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے بیعانہ کی بیع کو حدیث میں موجود ممانعت کی وجہ سے ناجائز قرار دیا ہے اور اس لیے بھی ناجائز کہا ہے کہ اس میں شرط فاسد اور غرر پایا جاتا ہے اور یہ باطل طریقے سے مال کھانے کے زمرے میں آتا ہے۔

یعنی اس میں غرر یعنی بے یقینی کی کیفیت پائی جاتی ہے کیونکہ یہ طے نہیں ہوتا کہ بیعانہ دینے والا ضرور خریدے گا بلکہ اس کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو ڈیل مکمل کرے اور چاہے تو رد کردے۔

۴۔ چوتھی دلیل امام شوکانیؒ اس کے عدم جواز کی وجوہ بیان کرتے ہوئے نیل الاوطار میں لکھتے ہیں:

"والعلة فی النهی عنه اشتماله علی شرطین فاسدین احدهما شرط کون ما دفعه الیه یکون مجانا ان اختار ترك السلعة والثانی شرط الرد علی البائع اذا لم یقع منه الرضا بالبیع." ۱۹؎

ممانعت کی علت یہ ہے کہ یہ دو فاسد شرطوں پر مشتمل ہے ایک یہ کہ اگر چیز نہ لی تو بیعانہ کی رقم بغیر معاوضہ کے فروخت کنندہ کی ہوگی اور دوسری یہ کہ اگر خریدار بیع پر راضی نہ ہوا تو چیز واپس فروخت کنندہ کو مل جائے گی۔

بیعانہ کے جواز کے قائلین کے دلائل:

جو اہل علم بیعانہ کی بنیاد پر خرید و فروخت کو درست سمجھتے ہیں ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

http://www.alqalamjournalpu.com/

۱۔ پہلی دلیل حضرت زید بن اسلمؒ کی یہ روایت ہے:

"عن زید بن اسلم أن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احل العربان فی البیع". ۳۰۔

حضرت زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع میں بیعانہ کو جائز قرار دیا ہے۔

۲۔ دوسری دلیل صحیح بخاری میں موجود یہ واقعہ ہے:

"واشتری نافع بن عبدالحارث دارا للسجن بمکة من صفوان بن امیة علی أن عمران رضی فالبیع بیعه وان لم یرض عمر فلصفوان اربع مائة دینار." ۳۱۔

نافع بن عبدالحارث نے مکہ میں صفوان بن امیہ سے جیل کے لیے ایک گھر اس شرط پر خریدا کہ اگر حضرت عمرؓ راضی ہو گئے تو بیع مکمل ہو جائے گی اور اگر حضرت عمرؓ راضی نہ ہوئے تو صفوان بن امیہ کے لیے چار سو دینار ہوں گے۔

۳۔ تیسری دلیل امام محمد بن سیرین کا یہ فرمان ہے:

"قال رجل لکریه أرحل رکابك فان لم أرحل معك یوم کذا و کذا فلك مائة درهم فلم یخرج فقال شریح من شرط علی نفسه طائعا غیر مکره فهو علیه." ۳۲۔

ایک آدمی نے کسی کرایہ پر سواری دینے والے سے کہا کہ اپنی سواری تیار رکھنا اور اگر میں نے فلاں فلاں دن تمہارے ساتھ سفر نہ کیا یعنی سواری استعمال نہ کی تو پھر بھی تمہیں سو درہم دوں گا پھر اس نے سفر نہ کیا تو اس پر قاضی شریح نے کہا کہ جو خوشی سے بغیر کسی جبر کے اپنے اوپر کوئی شرط عائد کرلے تو وہ شرط اس کو پوری کرنا ہوگی۔

فریقین کے دلائل کا موازنہ:

بیعانہ کی صورت میں خرید وفروخت کی شرعی حیثیت کا جائزہ لینے کے لیے درج ذیل نکات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے تا کہ صورت حال واضح ہو سکے۔

۱۔ عمرو بن شعیب والی روایت جس میں بیعانہ کی صورت میں خرید وفروخت کی ممانعت ہے وہ ضعیف ہے۔ چنانچہ محمد بن اسمٰعیل الصنعانیؒ لکھتے ہیں:

" بلغني عن عمرو بن شعيب به واخرجه ابو داؤد وابن ماجه، وفيه راو لم يسم وسمى في رواية فاذا هو ضعيف وله طرق لا تخلو عن مقال." ۲۳۔

اور یہ روایت سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ میں بھی مروی ہے مگر اس میں ایک راوی ہے جس کا نام کسی روایت میں موجود ہے اور کسی میں نہیں ہے اس لیے یہ ضعیف ہے۔ اس کی متعدد سندیں ہیں مگر کوئی بھی کلام سے خالی نہیں۔

سنن ابن ماجہ کے شارح لکھتے ہیں:

"هذا اسناد ضعيف ،عبدالله بن عامر الاسلمي ضعفه احمد، وابو زرعة وابو حاتم و ابو داؤد، والدار قطني وغيرهم."۲۴۔

۲۔ زید بن اسلمؒ والی روایت بھی ضعیف ہے۔ امام شوکانیؒ لکھتے ہیں:

"وفي اسناده ابراهيم بن ابي يحيى وهو ضعيف."۲۵۔

اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن ابی یحییٰ راوی جو کہ ضعیف ہے۔

اور دوسری بات یہ کہ یہ روایت مرسل ہے کیونکہ زید بن اسلمؒ تابعی ہیں جو براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کر رہے ہیں۔ اس کو مرسل تابعی کہتے ہیں اور اس کے متعلق حافظ الزاہدی لکھتے ہیں:

هو الذي رفعه التابعي الى النبي صلى الله عليه وآله وسلم كان يقول التابعي قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم. فانه ضعيف عند المحدثين لاحتمال ان يكون الساقط مع الصحابي تابعي او تابعيان فاكثر. ۲۶۔

مرسل تابعی سے مراد وہ روایت ہے جس میں تابعی براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرے۔ محدثین کے نزدیک ایسی روایت ضعیف ہے کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ درمیان میں ساقط ہونے والا راوی صحابی کے ساتھ ساتھ تابعی بھی ہو ایک یا ایک سے زیادہ۔

۳۔ شارحین حدیث کی رائے میں نافع بن عبدالحارثؓ نے حضرت عمرؓ کی عدم رضا کی صورت میں صفوان بن امیہ کو جو چار سو درہم دینے کا وعدہ کیا تھا وہ بیعانہ نہیں بلکہ اس عرصہ میں مکان کے استعمال کا کرایہ تھا۔

چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

"واما كون نافع شرط لصفوان اربع مائة ان لم يرض عمر فيحتمل أن يكون

http://www.alqalamjournalpu.com/

جعلها في مقابلة انتفاعه بتلك الدار الى أن يعود الجواب من عمر ."٢٧۔

نافع کا یہ شرط لگانا کہ اگر حضرت عمرؓ راضی نہ ہوئے تو صفوان کو چار سو درہم دیے جائیں گے۔ ہوسکتا ہے انہوں نے دراہم کو حضرت عمرؓ کا جواب آنے تک گھر سے فائدہ حاصل کرنے کا کرایہ قرار دیا ہو۔

علامہ بدرالدین عینی حنفیؒ لکھتے ہیں:

"ای وان لم یرض عمر بالابتیاع المذکور یکون لصفوان اربعمائة فی مقابلة الانتفاع بتلك الدار الى أن يعود الجواب من عمر ."٢٨۔

اس کا مطلب ہے کہ اگر حضرت عمرؓ اس سودے پر راضی نہ ہوئے تو حضرت عمرؓ کی طرف سے جواب آنے تک اس گھر سے فائدہ اٹھانے کے عوض صفوان کو چار سو درہم دیے جائیں گے۔ مزید لکھتے ہیں کہ اس میں دینار اور درہم دونوں کا احتمال ہے۔

۴۔ قاضی شریحؒ کا فیصلہ٢٩ اگرچہ اجارہ کے بارے میں ہے مگر اجارہ بھی بیع کی قسم ہے اور جس طرح سواری بک کروانے والا مالک کو پابند بنا دیتا ہے کہ وہ دوسرے مواقع سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اسی طرح بیعانہ دینے والا شخص بھی فروخت کنندہ کو پابند بنا دیتا ہے۔

۵۔ بیعانہ لینے کے بعد مالک پابند ہوجاتا ہے کہ وہ کسی اور کے ساتھ بیع کی بات چیت نہ کرے۔ لہذا نہ تو وہ خود بیچنے کی کوشش کرتا ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا خریدار دلچسپی لیتا ہے کیونکہ عام طور پر خریداروں کو یہ علم ہوجاتا ہے کہ فلاں جائیداد کا سودا ہو چکا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ فروخت کنندہ کو اپنا مال اچھی قیمت پر فروخت کرنے کا موقع مل رہا ہو لیکن وہ بیعانہ کی وجہ سے اس فائدہ سے محروم رہے یا بیعانہ کی مدت کے دوران تو کوئی خریدار موجود ہو مگر بعد میں جلد کوئی اور خریدار نہ مل سکے جس کے باعث اسے اپنی چیز کم قیمت پر فروخت کرنی پڑے۔ مزید یہ کہ نیا گاہک تلاش کرنے کے لیے اسے دوبارہ سے کوشش کرنی پڑتی ہے۔ جس پر بعض اوقات اخراجات بھی آتے ہیں اس لیے بیعانہ کی ضبطی کو مال ناحق قرار دینا درست نہیں۔

۶۔ چونکہ بیعانہ میں مدت، قیمت اور فروخت کی گئی چیز سمیت سب کچھ معلوم ہوتا ہے۔ نیز سپردگی بھی ممکن ہوتی ہے لہذا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ اس میں بے یقینی کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ممکن ہے خریدار اس بیع کو رد کردے تو اس قسم کا امکان تو خیار شرط وغیرہ میں بھی موجود ہوتا

ہے حالانکہ خیار شرط سب کے نزدیک جائز ہے۔

۷۔ اکثر و بیشتر جب تک بیعانہ دینے والا مکمل ادائیگی نہ کر دے چیز حسب دستور اصل مالک کی ملکیت رہتی ہے لہذا مانعین کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ یہ اس لیے ناجائز ہے کہ اس میں شرط ہوتی ہے کہ اگر خریدار بیع پر راضی نہ ہوا تو چیز واپس فروخت کنندہ کو مل جائے گی کیونکہ چیز تو پہلے ہی مالک کے قبضہ میں ہوتی ہے۔

معاصر علماء کی آراء:

مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کی قرارداد کے مطابق:

"والعربون جزء من الثمن او الاجرة وهو جائز في البيع ولايجار فان تم العقد احتسب من البدل وان نكل المشتري او المستاجر عن العقد استحقه البائع."۴۰

بیعانہ اصل قیمت یا اجرت کا حصہ ہے اور وہ تجارت اور اجارہ میں جائز ہے اگر عقد مکمل ہو جائے گا تو وہ قیمت میں شمار ہو جائے گا اور اگر خریدار یا مستاجر عقد سے پھر جائے تو وہ بائع کا حق قرار پائے گا۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی رقمطراز ہیں:

''خرید و فروخت کا معاملہ طے ہونے کے بعد بطور سند و وثیقہ کے خریدار بیچنے والے کو متعینہ قیمت کا ایک حصہ دے دیتا ہے جسے عرف میں ''بیعانہ'' کہا جاتا ہے۔ فقہ کی اصطلاحی زبان میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ مشتری کی جانب سے ثمن کے بعض حصہ پر قبضہ دلانا ہے اس میں کچھ حرج نہیں۔ لیکن اس کی مروجہ صورت کہ اگر بعد میں خریدار نے نہ لیا تو اس کی یہ رقم سوخت اور کالعدم ہو جائے درست نہیں ہے۔ حدیث میں اس کو ''بیع عربان'' کہا گیا ہے۔۴۱

مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں:

''چونکہ معاملہ مجتہد فیہ ہے اس لیے عربون کو بالکلیہ باطل نہیں کہہ سکتے اور بسا اوقات اس قسم کے معاملہ کی ضرورت پیش آجاتی ہے بالخصوص ہمارے زمانے میں جہاں ایک ملک سے دوسرے ملک بین الاقوامی تجارت ہوتی ہے وہاں بیدا بید معاملہ نہیں ہوتا اور نہ ہوسکتا ہے۔ اور اگر

کوئی شخص دوسرے سے معاملہ کرے کہ میں تم سے سامان منگوا رہا ہوں اور بائع نے اس کے لیے سامان اکٹھا کیا سب کچھ کیا لاکھوں روپے خرچ کیے بعد میں وہ مکر جائے کہ میں بیع نہیں کرتا تو اس صورت میں بائع کا بڑا سخت نقصان ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں بائع اگر عربون کی شرط لگا لے تاکہ مشتری پابند ہو جائے تو اسکی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے کہ اس صورت میں امام احمد بن حنبلؒ کے قول پر عمل کیا جائے باقی جہاں ضرورت نہ ہو ویسے ہی لوگوں نے پیسے کمانے کا ذریعہ بنا لیا تو وہ جائز نہیں۔''۳۲

شیخ الحدیث حافظ ذوالفقار علی لکھتے ہیں:

''فقہ اسلامی کے اصول'' کہ معاملات کی صرف وہی صورتیں حرام ہیں جن کی حرمت پر کتاب وسنت دلالت کرتے ہوں'' سے بھی جواز کے قائلین کے موقف کو تقویت ملتی ہے۔ تاہم بہتر یہی ہے کہ خریداری کا عمل مکمل نہ ہونے کی صورت میں فروخت کنندہ حقیقی نقصان سے زائد رقم واپس کر دے۔ حقیقی نقصان سے مراد قیمت کا وہ فرق ہے جو مال دوسری جگہ فروخت کرنے پر سامنے آئے۔ کیونکہ اللہ کو وہ شخص بڑا محبوب ہے جو فروخت شدہ چیز واپس لے لیتا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

''من أقال مسلما أقاله الله عثرته.'' ۳۳۔

جو مسلمان کا سودا واپس کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی غلطیوں سے درگزر فرمائے گا۔''۳۴

عبدالرحمٰن کیلانیؒ لکھتے ہیں:

''ہمارے معاشرے میں اس ''بیع عربان'' کا بہت رواج ہے پلاٹوں، مکانوں اور زمینوں کے جتنے سودے ہوتے ہیں اور بیعانہ کے جو اشٹام لکھے جاتے ہیں ان سب میں بیعانہ کی ضبطی والی شرط سرکاری دستاویز کا جزو لاینفک ہوتی ہے۔ یہی حال دوسرے سودوں میں بھی ہوتا ہے اگر خریدار کسی مجبوری کی وجہ سے رقم بروقت مہیا نہیں کر سکا تو اس کی بیعانہ کی رقم ضبط کر لینا انتہاء درجہ کی سنگ دلی اور خود غرضی ہے اسی وجہ سے اس بیع کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح اگر بائع اپنی کسی مجبوری کی بناء پر چیز مہیا نہیں کر سکا اور اسکے پاس مہیا نہ کر سکنے کا معقول عذر ہے تو اس پر وصول کردہ بیعانہ کے ساتھ اتنی زائد رقم کا تاوان نہ پڑنا چاہیے۔''۳۵

خلاصہ بحث:

بیع العربون یا بیعانہ کی شرعی حیثیت کے متعلق فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک یہ جائز نہیں جبکہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بیع العربون جائز ہے وہ کہتے ہیں کہ بائع جو پیسے ضبط کررہا ہے تو اس کا یہ پیسے ضبط کرنا درست ہے۔ فریقین کے دلائل کا جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دور میں بیعانہ کی شرط لگانا جائز ہے۔ اس لیے کہ عرف میں لوگوں کا تعامل اس کے مطابق ہے اور عرف ورواج کو شریعت میں ماخذ کی حیثیت حاصل ہے جس طرح عقد استصناع میں معدوم چیز کی بیع کی جاتی ہے مگر عرف کی وجہ سے اسکی اجازت دی گئی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان بھی ہے "لا ضرر ولا ضرار" کہ نہ نقصان پہنچاؤ اور نہ نقصان اٹھاؤ، اگر بیعانہ میں ضبطی کی شرط کو ناجائز قرار دیا جائے تو یقیناً اس سے فروخت کنندہ کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا اور اسکو دوبارہ سے وقت نکالنا پڑے گا اور دوبارہ مارکیٹ میں جانے کے لیے اخراجات برداشت کرنا پڑیں گے۔ اور ان اشیاء کے خراب یا expire ہونے کا اندیشہ بھی ہے اور market value بھی گرنے کا خدشہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجمع الفقہ الاسلامی جس میں مذاہب اربعہ کے ممتاز فقہاء اور سکالرز شامل ہیں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حوالہ جات وحواشی

۱۔ ابن منظور، افریقی، محمد بن مکرم، ابو الفضل، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ۱۴۱۴ھ، ۱/۵۹۴

۲۔ الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ، کویت، ۱۴۲۷ھ، ۹/۹۳

۳۔ ابن قدامہ، موفق الدین، عبداللہ بن احمد، المغنی لابن قدامہ، فصل فی بیع العربون، مکتبہ القاہرہ، مصر، ۱۹۶۸، ۴/۱۷۵

۴۔ سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب بیع العربان، دار احیاء الکتب العربیہ، ۲/۷۳۹، رقم الحدیث ۲۱۹۳۔ اسکی تحقیق محمد فواد عبد الباقی نے کی ہے وہ لکھتے ہیں: "حکم البانی ضعیف۔" علامہ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

۵۔ نووی، یحییٰ بن شرف، محی الدین، ابو زکریا، المجموع شرح المہذب، دار الفکر، بیروت، ۹/۳۳۵

۶۔ ابن قدامہ، موفق الدین، عبداللہ بن احمد، المغنی لابن قدامہ، فصل فی بیع العربون، مکتبہ القاہرہ، مصر، ۱۹۶۸، ۴/۱۷۵

۷۔ شربینی، محمد بن احمد، الخطیب، شمس الدین، مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۴، ۲/۳۹۵

۸۔ اندلسی، سلیمان بن خلف، ابو الولید، المنتقی شرح الموطأ، باب ما جاء فی بیع العربان، مطبعہ